از: مولانا محمد اسماعیل عودودی صاحبؒ
مرسلہ: امین اللہ علوی

صارم المسلول علیٰ منکر حدیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا محمد اسمٰعیل صاحب عودودی ملک کے نامور مفسر قرآن گنے جاتے تھے، مرحوم نے عربی میں ایک جدید قسم کی تفسیر بھی چھوڑی ہے، جس کے کچھ اجزا چھپے بھی تھے اور باقی خطی صورت میں رہ گئی، موصوف کا زیادہ تر مطالعہ تفاسیر اور علوم القرآن تھا۔ یہ تحریر "صارم المسلول علی منکر حدیث الرسول" آپ نے کسی تجدیدی صاحب کی رد میں لکھی ہے اس کا کہیں بھی ذکر نہیں اور مولانا صاحب کی رحلت کے بعد ان کے ایک نہایت معتقد پروفیسر امین اللہ علوی صاحب کی وساطت سے ہمیں بہت پہلے موصول ہوئی تھی جو اب شائع کی جا رہی ہے۔

حضرت مولانا کی اردو عالمانہ ہے، اس کو ویسے ہی بلا کسی تغیر و تبدل کے رہنے دیا گیا ہے تاکہ امانت میں خیانت نہ ہو۔ (ادارہ)

اس دور پُر فتن میں منجملہ فتنوں سے آج کل اسی جدید فتنہ نے بھی سر اٹھایا ہے کہ انگریزی خواں طبقہ سے بھی بعض لوگوں نے تحریفِ قرآن کا طوفان برپا کیا ہے بلکہ یہودی تحریفات سے بھی بدرجہا شنیع تر و قبیح تر ہے افترا علی اللہ تعالیٰ وتلعب القرآن مغالطہ وتلبیس دجل و

فریب دانستہ دھوکہ دہی و اہلہ فریبی اور علمی تہی مائگی کے ایسے ایسے مظاہر قائم کئے گئے ہیں کہ جس کے نظائر ملنے مشکل ہیں، اور بایں ہمہ بعض علوم جدیدہ سے مرعوب کن الفاظ کی ملاوٹ نے بزعم خود بعض نکات و اسرار بیان کرکے عوام کے دلوں میں سکۂ علم و تحقیق جمانے کی کوشش کی گئی ہے، اگرچہ فی الحقیقت وہ نکات مزعومہ بجز سخیف اعتبارات و فاسدہ خیالات کے کچھ نہیں۔ تاہم ہند و پاکستان میں بوجہ انحطاط علوم عربیہ بعض نوخیز طبائع کے متاثر ہونے کا قوی امکان تھا۔ بناءً علیہ بارادہ احقاق حق اس کی قلعی کھولنے کے لئے یہ چند سطریں بتوفیق اللہ تعالیٰ بطریق اختصار روانی سپرد قلم کی گئی ہیں۔

وما علینا الا البلاغ

قولہ ص۲ اصل بحث "اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ" کے بارہ میں ہے جس کو تمام مفسرین نے نظرانداز کر دیا ہے۔

ردّ یہ بات غلط ہے بلکہ تمام مفسرین نے اس کی تفسیر کی ہے (البتہ تجددی صاحب موافق نہیں) مثلاً اخصر التفاسیر تفسیر الجلالین میں تحریر ہے بعد قولہ ایاما معدودات وھی رمضان الخ تفسیر کشاف میں ہے ای قلائل کیونکہ کسی چیز کے بارھویں حصہ کو بہ نسبت اس چیز کے قلیل ہی مانا جائے گا۔

قولہ ص۲ آیات صیام کے شروع میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ مومنوں پر صیام اس طرح فرض ہیں جس طرح اہل کتاب پر پیشتر ازیں تھا اور ہے اس لئے سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ روزہ جو اہل کتاب پر فرض کیا گیا ہے ان کی کتاب مقدس میں کیا ہے، یہ تحریری شہادت ہے الخ

ردّ جس کتاب کے حق میں قرآن مجید کا یہ فتویٰ صادر ہو ثم یحرفونہ من بعد ما عقلوہ (بقرہ) وقولہ تعالیٰ ویقولون ھو من عند اللہ وما ھو من عند اللہ (آل عمران) وقولہ تعالیٰ یحرفون الکلم عن مواضعہ (نساء) پھر اسی کتاب کو قرآن مجید کی تفسیر کا مبنی ٹھہرانا کہاں کا عقل و انصاف ہے۔ موجودہ بائبل پر کیا اعتبار ہے کہ تجدیدی صاحب اپنے مذہب کی دیوار اس پر استوار کر رہے ہیں۔ یہ ہے شان تحقیق جدید بایں غلغلہ شدید؟ موجودہ بائبل میں لکھا ہے کہ لوط ع

کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں (معاذ اللہ) (پیدائش باب ۱۹ فقرہ ۳۶) ایضاً لکھا ہے ہے کہ ہارون نے سونے سے بچھڑا بنایا اور کہنے لگے "اے اسرائیل یہ ہی تیرا وہ دیوتا ہے جو تجھ کو ملک مصر سے نکال کر لایا (خروج باب ۲۲ فقرہ ۳ و ۴) ایضاً لکھا ہے کہ سلیمانؑ کی مشرکہ بیویوں نے اس کو بتوں کی طرف مائل کر لیا اور خدا تعالیٰ سلیمان سے ناراض ہوا کیونکہ اس کا دل خدا سے پھر گیا تھا الخ (سلاطین اول باب ۱۱ فقرہ ۴ تا ۱۱) کیا تجدیدی صاحب ایسے بہتانات پر بھی ایمان رکھتے ہیں ؟

قولہ ص۲۳ شروع آیات درباره صیام کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح اہل کتاب پر ایک روزہ فرض تھا۔ اسی طرح مسلمانوں پر بھی ہونا چاہیئے لیکن ہمارے علماء کرام یہ کہتے ہیں کہ روزہ تمام رمضان کا فرض ہے الخ

رد اولاً یہ ہے کہ آیت صیام کا یہ تقاضا ہرگز نہیں ہے کہ جس طرح اہل کتاب پر ایک روزہ تھا اسی طرح مسلمانوں پر بھی ہونا چاہیئے یہ محض مغالطہ ہے فی الحقیقۃ آیت صیام میں فقط تشبیہ کتابت (فرضیت) صیام میں ہے اس سے یہ لازم نہیں کہ تعداد صیام بھی ایک ہی ہو۔

ثانیاً یہ کہ اس تعین عدد واحد کی بناء موجودہ بائبل پر ہے۔ جس مذہب کی بناء موجودہ بائبل پر ہو اس کی مردودیت میں کچھ شک نہیں۔ کمامر۔

ثالثاً یہ کہ اگر بفرض محال آیت صیام کی یہ تقاضا تسلیم کی جاوے اور بفرض محال بائبل کا لکھا ہوا بھی یقینی سمجھا جاوے تاہم تجدیدی صاحب کے تین روزے ثابت نہ ہوسکے اور بعد میں اس کی یہ تاویل ص۲۴ اگر سختی کو مد نظر رکھا جاوے جو اہل کتاب کے روزہ میں ہے تو ہمارے تین روزے ان کے ایک روزے کے برابر نہیں؟ محض تخمینی بات ہے کیونکہ بقول اس کے اگر سختی کو مدنظر رکھا جائے تو ایک کی جگہ دو روزہ بھی ہوسکتے ہیں تین بھی ہوسکتے ہیں چار یا اس سے زیادہ بھی ہوسکتے ہیں تجدیدی صاحب کو تین کے مقررہ عدد پر کہاں سے یقین حاصل ہوگیا ایسی تاویلوں و تخمینوں سے مذہب نہیں بن سکتا۔

قولہ ص۲۳ اگر ہم مسلمانوں پر سالم ماہ کا روزہ فرض ہوتا تو آیات کے آخر میں یہ ارشاد کہ اللہ تعالیٰ صرف یہ کہ تم پر تنگی نہیں چاہتا بلکہ کشایش کا ارادہ فرماتا ہے اس روزہ کی سختی کو بھی نرم

کر رہا ہے جو اہل کتاب پر فرض تھا، اہل کتاب پر تو ایک روزہ اور ہم پر انتیس یا تیس اس آیت کی موجودگی میں قیاس مع الفارق ہے۔

ردّ تجدیدی صاحب بار بار قرآن مجید کی تفسیر کی بناء بائبل کے ایک روزہ والی آیت پر کرتے ہیں جو ہرگز قابل اعتبار نہیں ہے لہذا یہ تفسیر اس کی بناء الفاسد علی الفاسد ہے، حقیقت یہ ہے کہ قولہ تعالیٰ یرید اللہ بکم الیسر مفرع و مرتب ہے قولہ تعالیٰ ومن کان منکم مریضا... عطا فرمایا کہ بحالت مرض و سفر افطار کریں اور بعض زوال مرض و سفر کے جتنے روزے قضا ہوئے تھے اتنے ادا کریں تاکہ (فلیصمہ میں مذکورہ) گنتی پوری ہو یہی معنی ہے قولہ تعالیٰ ولتکملوا العدۃ قولہ ص۲۳ حقیقت یہ ہے کہ ایاما معدودات نے روزوں کی مقررہ تعداد واضح کردی ہے ایام افعال کے وزن پر جمع قلت ہے جس کا اطلاق تین سے نو تک ہوتا ہے دس اور دس سے اوپر جمع کثرت افاعیل کے وزن پر ہے جیسے "قول" واحد "اقوال" جمع قلت "اقاویل" جمع کثرت "حدیث" واحد "احادیث" جمع کثرت" اس لئے روزوں کی گنتی تین سے نو تک ہوسکتی ہے۔

ردّ مقام حیرت ہے کہ تجدیدی صاحب کی اس تجدید و تحقیق کے دعویٰ بلند کی طرف نظر کی جائے یا اس علمی بےبضاعتی کی طرف۔ غالباً صاحب موصوف نے عربی گرامر کے مختصرات نحو میر وغیرہ پڑھ کر ہی اتنا خیال تصنیف فرمایا ہے بلکہ ان مختصرات کو بھی اچھی طرح سے نہیں پڑھا ورنہ یہ نکلتا کہ "دس سے اوپر جمع کثرت افاعیل کے وزن پر ہے"۔ ان مختصرات میں یہ بھی لکھا ہے کہ جمع قلت کے اوزان چار ہیں افعل، افعال، فعلۃ، افعلۃ لیکن جمع کثرت کی ایک افاعیل ہی نہیں بلکہ بیس سے بھی زیادہ اوزان ہیں۔ حقیقت اصلی یہ ہے کہ عربی گرامر کے ماہروں نے تصریح کردی ہے کہ قاعدہ جوازی ہے وجوبی نہیں یعنی جمع قلت کا استعمال جمع کثرت کی جگہ اور جمع کثرت کا استعمال جمع قلت کی جگہ ممنوع نہیں ہر ایک دوسرے کی جگہ مستعمل ہوتے رہتے ہیں سند کے لئے امام اللغۃ والنحو علامہ ابوالقاسم زمخشری تفسیر کشاف سورۂ بقرہ میں فرماتے ہیں یتسعون فی ذلک فیستعملون کل واحد من الجمعین مکان الآخر لاشتراکھما فی الجمعیۃ الاتری الی قولہ بانفسھن وما ھی الانفوس

کثیرۃ اھ

بناءً علیہ ایام کا اطلاق دس سے اوپر بلا ریب صحیح ہے تجدیدی صاحب کا قول "اس لئے روزوں کی گنتی تین سے نو تک ہوسکتی ہے" محض غلط ہے۔ قرآن مجید میں اس کی صدہا مثالیں مل سکیں گی۔ راقم الحروف توضیح وتسکین قلوب عوام کے لئے فقط تیس (تبرکات بعدد صیام رمضان) چن کر لکھتا ہوں جو سب کے بروزن افعال اور یقیناً کثرت میں مستعمل ہو رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

۱ ایام فی قولہ: فی ایام الخالیۃ (الحاقہ)
۲ اعمال فی قولہ: مثل الذین کفروا اعمالھم کرماد (ابراہیم)
۳ ابرار فی قولہ: ان الابرار لفی نعیم (انفطار)
۴ اشرار فی قولہ: کنا نعدھم من الاشرار (ص)
۵ اصحاب فی قولہ: اصحاب الجنہ (بقرہ وغیرہا)
۶ اقلام فی قولہ: ولوان مافی الارض من شجرۃ اقلام (لقمان)
۷ ابصار فی قولہ: لاتدرکہ الابصار (الانعام)
۸ انصار فی قولہ: من المھاجرین والانصار (توبہ)
۹ امثال فی قولہ: عباد امثالکم (اعراف)
۱۰ اصنام فی قولہ: حاکیاً ان نعبد الاصنام (ابراہیم)
۱۱ اوثان فی قولہ: الرجس من الاوثان (الحج)
۱۲ اوزار فی قولہ: لیحملوا اوزارھم (نحل)
۱۳ الاء فی قولہ: فاذکروا الاء اللہ (اعراف)
۱۴ انعام فی قولہ: احلت لکم الانعام (حج)
۱۵ اذان فی قولہ: فلیبتکن اذان الانعام (نساء)
۱۶ افواہ فی قولہ: نختم علی افواھھم (یس)
۱۷ اقدام فی قولہ: بالنواصی والاقدام (الرحمن)

۱۸ افنان فی قوله: ذواتا افنان (الرحمن)

۱۹، ۲۰، ۲۱ اصواف واد بار واشعار فی قوله: ومن اصوافها واوبارها واشعارها (النحل)

۲۲ انھار فی قوله: جعلنا الانھار تجری (انعام)

۲۳ اسحار فی قوله: المستغفرین بالاسحار (ال عمران)

۲۴ اعداء فی قوله: ذلک جزاء اعداء اللہ (حم)

۲۵ اصال فی قوله: بالغدو والاصال (اعراف)

۲۶ اخبار فی قوله: ان کثیرا من الاحبار (توبہ)

۲۷ اجداث فی قوله: یخرجون من الاجداث (القمر)

۲۸، ۲۹ احیاء واموات فی قوله: احیاءً وامواتًا (والمرسلات)

۳۰ اخبار فی قوله: تحدث اخبارها (زلزال)

قولہ ص۲۳ لیکن قرآن میں آیات صیام کے بعد حج کا مذکور ہے وہاں بھی حج کے دن ایام معدودات بیان کئے گئے ہیں۔ اذکروا اللہ فی ایام معدودات اوران کے ایام کی تشریح یہ کی گئی ہے کہ ثلثة ایام فی الحج یعنی حج کے تین دن ہی مکہ میں حاضری کے ہیں۔

ردّ یہ ہے تجدیدی صاحب کے تین روز دن کی فرضیت پر دلیل جو دھوکہ اور تلبیس کے علاوہ کچھ نہیں، بوجوہ متعددہ اولا یہ کہ قولہ تعالیٰ ثلثة ایام فی الحج کے تقریبا ایک صفحہ بعد قولہ تعالیٰ واذکروا اللہ فی ایام معدودات واقع ہے کیا یہ معقول ہے کہ تشریح تو اولا کی جائے مگر جملہ جو مجمل اور قابل تشریح ہو وہ بعد ایک صفحہ کے ذکر کیا جاوے۔ ہونا تو یہ چاہیئے کہ اولا مجمل کا ذکر ہو بعد میں اس کی تشریح ہو لیکن تشریح کے بعد قابل تشریح جملہ کا ذکر محض بے سود ہے، افصح الکلام کو ایسی سو، الترتیب پر عمل کرنا کیا یہ ہے تدبر فی القرآن کی صورت؟ طویل وعریض دعویٰ کی گئی ہے، ثانیًا یہ کہ واذکروا اللہ فی ایام معدودات کی تشریح ثلثة ایام فی الحج ہرگز ممکن نہیں ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے متمتع پر قربانی لازم فرمائی ہے بقولہ تعالیٰ فمن تمتع بالعمرة الحج فما استیسر من الھدی غیر مستطیع کے حق میں قربانی تین دن روزہ حج کے دنوں میں اور سات دن روزہ

بعدہا لازم ہیں ، پھر آیات مناسک الحج کے اخیر میں فرمایا واذکروا اللہ فی ایام معدودات فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیہ ومن تاخر فلا اثم علیہ لمن اتقی اس میں ذکر اللہ کا حکم ہے نہ روزہ کا نہ قربانی کا اور مخاطبین اس کے ہر حاجی ہے نہ فقط غیر واجدین الھدی یہ علی حدہ حکم ہے جس پر فمن تعجل فی یومین مفرع ہے اور غیر مستطیع کے روزہ کا حکم علی حدہ ہے ایک حکم کو دوسرے حکم کی تشریح قرار دینا غایت درجہ کا تلعب بالقرآن ہے ثالثاً یہ کہ بفرض محال یہ واذکروا اللہ فی ایام معدودات کی تشریح ہے تو دس ہی کہنے چاہئیں کیونکہ من لم یجد پر دس روزے فرض کئے گئے تین ایام حج میں اور سات بعدہ تلک عشرۃ کاملۃ جملہ (ٹوٹل) ہے مگر حیرت ہے کہ تجدیدی صاحب ثلثۃ ایام الحج پر رک گئے وسبعۃ اذا رجعتم کے طرف نہ بڑھے چنانچہ مشہور ہے کہ ایک مانع الصلوٰۃ صاحب نے اپنی بات منوانے کے لئے لا تقربوا الصلوٰۃ پر رک گئے وانتم سکری تک نہ بڑھے یہ ہے دیانت وامانت تجدید عہد؟

رابعاً یہ کہ قولہ تعالیٰ واذکروا اللہ فی ایام معدودات سے تین دن بسبب تفریع فمن تعجل علماء امت نے لیا ہے نہ بسبب ثلثۃ ایام فی الحج لیکن اصل مقصد یعنی آیت صیام کہ ایاماً معدودات سے تین روزہ لینے پر کون سی دلیل قائم ہوئی ؟ اس پر کیا دلیل ہے کہ ایام معدودات کی جو تعداد آیات حج میں ہے وہی عدد آیات صیام میں بھی مراد ہے اگر ایک مسئلہ میں ایام معدودات سے کوئی عدد خاص ہے تو یہ قاعدہ کلیہ نہیں کہ ہر مسئلہ میں وہی عدد مراد ہو۔ کیا کسی دلیل و برہان سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ جہاں بھی کسی مسئلہ میں ایاما معدودات کا کلمہ ہو وہاں ضرور تین ہی کا عدد معین ہوگا خدارا کچھ فہم و فراست سے تو کام لیجئے اگر غیر مستطیع پر ایام حج میں تین روزے لازم ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں کہ رمضان شریف کے روزوں کی تعداد بھی تین کیوں نہ ہوں کیا کوئی صاحب علم اس سے زیادہ علمی بے بصری یا تلبیس و مغالطہ کی کوئی مثال سنا سکتا ہے ؟

قولہ ص۲۴ علاوہ ازیں ایک اور آیت یہود کے بارہ میں ہے کہ قالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ یہود کہتے ہیں کہ اول تو ہمیں دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی

اگر ایسا اتفاق ناملائم ہوا بھی تو یہی گنتی کے چند روز اور یہ چند روز ان کے ذہن میں تین دن ہی ہیں۔

ردّ یہ ہے تجدیدی صاحب کی دلیل ثالث، سبحان اللہ کیسی بے نظیر محققانہ دلیل ہے یہود کے مقالہ کا آیات صیام سے کیا تعلق اگر یہود کو دوزخ میں آگ تین دن چھوئے گی۔ تو ہم پر کس وجہ سے تین دن ہی روزہ مفروض ہوئے یا للعجب آیت صیام کا مقولہ یہود سے کوئی علاقہ نہیں۔ ثانیاً عرض یہ ہے کہ یہ دلیل مبنی ہے یہودی ذہن کے تین دن پر اور تجدیدی صاحب حسب دعوی خود محقق ہیں مقلد نہیں اجماع امت کچھ نہیں دلیل لانی چاہیئے جو (بزعم خود) امت اسلامیہ کے ہاں نہیں ہے، لہذا تیس یا انتیس کا عدد قابل تسلیم نہیں، مگر یہاں یہود ذہن کے مقلد ہو کر کیسے تسلیم فرماگئے۔ کیا یہودی ذہن کی بات بمنزلہ نص قاطع ہے؟ غالباً کسی صاحب عقل سلیم نے ایسی طوفان بدتمیزی کی نظیر نہ سنی ہوئی نہ دیکھی۔

قول صـ۲۴ حضرت مسیح کے بارہ میں ضمیمہ انجیل میں لکھا ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد آپ ان گناہوں کی پاداش میں جو دنیا جہان کا تھا اور آپ نے اٹھایا اس کے کفارہ میں تین دن جہنم میں رہے (نقل کفر کفر نہ باشد) ان میں خاموشی کا روزہ بھی تین دن کا ہے۔ الا تکلم الناس ثلث لیال سویا۔ لا تکلم الناس ثلثة ایام الا رمزا۔ انی نذرت للرحمٰن صوما فلن اکلم الیوم انسیا۔

ردّ مقام حیرت ہے کہ تجدیدی صاحب کی ان مثالوں اور آیتوں سے کیا منشا ہے۔ اگر حسب عقیدہ نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام معاذ اللہ تین دن دوزخ میں رہے یا آیات مذکورہ میں ثلث کا کلمہ وارد ہوا تو مبحوث عنہ آیات صیام سے ان کا کیا تعلق ان غیر متعلقہ چیزوں سے آیت صیام ایاما معدودات میں تین دن کی تعیین کس طرح ثابت ہوئی، یہ ہیں تجدیدی صاحب کے دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ جس کے بنا پر اپنے مذہب جدید کی تعمیر کی ہے، کہاں تجدید و تحقیق کی ڈینگے مارنا کہاں یہ طفلانہ باتیں۔ مثلاً اب اگر کوئی منچلا صاحب کہدے کہ ایاما معدودات سات دن کے روزے ہیں کہ آیات حج میں وسبعة اذا رجعتم

ہے اور انبتت سبع سنابل ۔ سبع سنبلات ۔ سبع بقرات سمان یاکلھن سبع عجاف ویقولون سبعۃ ۔ لھا سبعۃ ابواب وغیرہا سات ہی سات کا عدد ہے تو اس کا یہ مقولہ تجدیدی صاحب کے دلائل کے مقابلہ میں زیادہ وقیع معلوم ہوگا، اس لئے کہ ان کے مذکورہ دلائل سب آیات قرآنی ہیں غیر متعلقہ ہی سہی مگر یہودی ذہن کے تین دن یا عقیدہ نصاریٰ کے تین دن جیسی باتوں کا اختلاط سے تو بہر بھی صاف ہے ۔ استغفراللہ، استغفراللہ یہ قرآن مجید کی تفسیر ہے یا بازیچہ اطفال !

ایک عجیب بات عجیب بات یہ ہے کہ آیت کتب علیکم الصیام وآیت احل لکم لیلۃ الصیام الرفث وقولہ ثم اتموا الصیام الی الیل میں صیام جمع صوم وارد ہے جو بر وزن فعال مثل الجبال وبحار جمع کثرت کے اوزان میں سے ہے کما لایخفی و باقرار تجدیدی صاحب جمع کثرت کا اطلاق دس اور دس کے اوپر ہوتا ہے جس سے ثابت ہوا کہ مکتوب روزے دس سے کم نہیں، اس سے تجدیدی صاحب کے خیال کا خود اس کے اقرار سے بخوبی بطلان ثابت ہوگیا۔ اگر تجدیدی صاحب کی غرض تلبیس اور مغالطہ عوام نہیں ہے تو کیوں ایام کو تو لیا مگر صیام (چونہ نسبت وامانت آں دیدی واین ندیدی؟) فی الحقیقۃ تجدیدی صاحب تاڑ گئے کہ لفظ صیام بموجب دلیل مذکورہ اس کے مذہب کو بیخ سے اکھاڑ پھینکتا ہے لہذا خیر اسی میں ہے کہ صیام کا ذکر ہی نہ چھیڑا جائے ۔

قولہ ص۲۵ یہ مفہوم ہے فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ کا الخ

رد یہ غلط اور بلا دلیل ہے بلکہ آیت مذکورہ کی مفہوم رمضان شریف کے پورے مہینے کے روزوں کی فرضیت ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ نحو عربی کی مستند کتابوں میں یہ مسئلہ نحویہ بخوبی مصرح ہے کہ جب ظرف زمان کسی فعل کے بغیر اظہار کلمہ فی واقعہ ہو تو فعل مذکور کا احاطہ زمان مذکور کو لغتہً مفہوم ہوگا ۔ لیکن اظہار کلمہ فی کی صورت میں فعل مذکور کا فقط وجود بغیر احاطہ مفہوم ہوگا پس صمت شہرا (میں نے مہینہ روزے رکھے) اور صمت فی شہر (میں نے مہینہ میں روزے رکھے) میں یہی فرق ہے ۔ اور مثالیں سنئے شربت الدواء شہراً (میں نے مہینہ دوا پی ہے) شربت الدواء فی شہر (میں نے مہینہ کی دوا پی ہے)،

وھکذا سرت شھرا و سرت فی شھر جملہ اولیٰ کا ترجمہ یہ ہے (مہینہ پیدل چلا)۔ اور جملہ ثانیہ کا ترجمہ یہ ہے (مہینے میں پیدل چلا) ترجمہ ہی سے واضح ہے کہ پہلے جملوں میں پورا مہینہ مفہوم ہے اور دوسرے جملوں میں فقط وجود فعل اور جملہ اولیٰ کی احاطہ پر دلالت من حیث اللغۃ ہے یعنی قرائن یا دلائل خارجیہ سے نہیں بلکہ احاطہ مدلولِ لفظ ومنطوقِ کلام ہے۔ عربی گرامر کے مشہور مسلم الثبوت ماہر شیخ رضی نے اپنی کتاب صـ۱۸۶ ج ۲ مطبع استنبول میں فرمایا ہے:

ظرف الزمان ما یصلح جوابا لکم وھو ما یکون معدودا سواء کان معرفۃ اونکرۃ فاذا کان کذا استغرقہ الفعل الناصب لہ ان امکن کما اذا قیل لک کم سرت فقلت شھرا استغرق السیر جمیع الشھر وکذا اذا قلت شھر رمضان فان لم یمکن عدم الامکان للاستغراق لان الصوم لا یکون الا بالنھار استغراق الجمیع استغرق منہ ما امکن کما تقول شھرا فی جواب کم صمت اوکم سریت فالاول یعم جمیع ایامہ والثانی جمیع لیالیہ لان السریٰ لا یکون الا باللیل۔

نحو عربی کی معروف مدقق کتاب متن متین میں مرقوم ہے:۔

قال فی المتن والمتین وشرحہ والتحقیق ان مقدریتہ بفی عبارۃ عن تعلقہ بالفعل الظرفیۃ بنفسہ بلا توسط فی فھی لیست محذوفۃ منویۃ والا ای وان کانت لفظۃ فی منویۃ فلا فرق بین صمت فی الشھر وصمت شھرا وھذا خلف مع ان مقتضی الثانی الاستیعاب ومقتضی الاول عدم الاستیعاب الخ (ص: ۱۲۶)

نظیر ھذا الاصول من الدھر والدھر فان الاول یقتضی استیعاب العمر بخلاف الثانی (فی شرح المنار صـ۱۳۷ مطبوعہ یوسفی)

(جاری ہے)